ہے عجیب "۔۔۔۔!

آج یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ جن زبانوں میں پہلی کتابیں نازل کی گئی تھیں ان میں سے کوئی زبان بھی آج زندہ موجود نہیں ہے۔ بہت سی زبانیں تو وہ ہیں جن کے نام ونشان مٹ گئے۔ کچھ زبانیں وہ ہیں جنہیں سمجھنے والا کوئی نہیں یہ مسلمہ اصول ہے کہ دنیا میں وہی چیز باقی رہتی ہے جو انجام کے لحاظ سے نوع انسانی کے لیئے مفید اور نفع بخش ہو۔ یہ سنت اللہ ہے اور اس کائنات میں ہر جگہ جاری وساری ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ مغرب کے وقت بہت سے جانور منہ کھولے ہواہیں اڑتے پھرتے ہیں۔ کہ ان تمام مچھروں، مکھیوں اور بھونگوں کو کھالیں جو ان کے سامنے آجائیں۔ اس لیئے کہ وہ اپنے وجود کے لحاظ سے کمزور ہیں۔ انہیں ہضم کر لیں۔ یہی حال زبانوں اور محاوروں کا ہے کہ دنیا میں وہی زبان اور محاورہ باقی رہتا ہے جو عام انسانیت کے لیئے فائدہ مند ہو۔ یہی کیفیت راگنیوں، مثالوں اور کتابوں کی ہے۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے گلستان لکھی، ان کی نقل میں اور بھی کئی لوگوں نے گلستان لکھیں لیکن وہ سب مٹ گئیں۔ شاید ان کے نام کتابوں میں موجود ہوں۔ لیکن سعدی کی گلستان آج بھی زندہ ہے اور پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ قوموں کے عروج وزوال میں بھی یہی اصول کارفرما ہے کہ بڑی بڑی طاقتور قومیں چھوٹی قوموں کو اپنا غلام بنالیتی ہیں۔

یہ قاعدہ کلیہ جسے ہم نے اوپر بیان کیا قرآن اس پر اس طرح روشنی ڈالتا ہے فاما الزبد فیذھب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب اللہ الامثال (۱۳: ۱۷)

قرآن کی تحدی قرآن کریم دنیا میں آیا تو اس نے مشرکین مکہ کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں شک ہے تو اب تک جتنا قرآن نازل ہو چکا ہے تم بھی ویسا ہی بنا کر لے آؤ۔ اور انہیں یہ بھی کہا گیا تم اکیلے ہی نہیں بلکہ اللہ کے سوا جس قدر تمہارے معاون و مددگار ہو سکتے ہیں اس کام کے لیئے ان سب کو اکٹھا کر لو جب وہ نہ لا سکے تو قرآن نے تنزل کے طور پر یہ مطالبہ کیا فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریت وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین (۱۱: ۱۳)

سب قوموں کی عجز و درماندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال تک مکہ میں رہے۔ اس اعلان کی ایک ایک کو خبر تھی۔ کہ اس چیلنج کا جواب طلب کیا جا رہا ہے۔ مگر تاریخ بتاتی ہے کہ تمام مشرکین متفق ہو کر اس کا جواب لانے سے عاجز رہے۔ حالانکہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن وہی تھے۔ جب آپ مدینہ

تشریف لے آئے تو آپ نے پھر اس مطالبہ کو دہرایا۔ اور نہایت کم کر کے وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعو شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین (۲: ۲۳) اس آیت میں پھر اس کی وضاحت کر دی گئی کہ اللہ کے سوا جس قدر تمہارے اعوان و انصار ہو سکتے ہیں ان سب کو جمع کر کے قرآن کے برابر نہیں بلکہ اس کی کسی ایک سورت کے جواب میں تم بھی ویسی ہی سورت بنا کر لاؤ۔ قرآن نے صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ ببانگ دہل اس بات کا اعلان کر دیا کہ ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ نہیں جو کچھ کرنا ہے کر لو تم ہرگز اس کے جواب میں کوئی سورت نہ لا سکو گے۔

یہ جواب کئی طرح سے ہو سکتا ہے "قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورہ کوثر ہے اس کے جواب میں اسی قسم کی زبان اور ویسی ہی ترکیب ہو۔ ایسی حکیمانہ تعلیم جو حقائق اور اصول و کلیات سے لبریز ہو جسے بار بار پڑھنے کے باوجود انسان اس سے ہر مرتبہ نئی لذت حاصل کرے اسکے پڑھنے کا بار بار شوق پیدا ہو جب پڑھے تو اس میں نئی حلاوت اور شیرینی پائے حکمت اور معنی کی نئی نئی راہیں اس کے سامنے کشادہ ہوں ہر زمانہ میں رشد و ہدایت کا سرمایہ ثابت ہو یہ باتیں وہ ہیں جنہیں عام طور پر بیان کیا جاتا ہے اب یہ بھی غور فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ کو ایسی قوم دی گئی جس کے اندر دنیا کی تمام خرابیاں موجود تھیں جس کی اصلاح و تہذیب کے لئے آپ کو صرف تیئیس سال کی زندگی نصیب ہوئی آپ نے مکہ میں کام شروع کیا۔ اس تیرہ سالہ زندگی میں آپ نے قرآن کا تجربہ کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ جو لوگ اس زمانے میں اسلام لائے وہ سب کے سب آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ جہاں گیر و جہاندار بنے کروڑوں انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کا سبب ہوئے اور بے شمار انسانوں کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا جو چور اور ڈاکو تھے وہ قوموں کے پاسبان بن گئے

حیرت انگیز نتائج یہی تجربہ کافی نہ تھا مدینے میں اب پھر تجربہ کیا گیا ان دونوں تجربوں کے نتائج دنیا کے سامنے ہیں۔ اور ہر شخص یہ دیکھ سکتا ہے کہ اسی قرآن کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے حیرت انگیز نتائج دکھلائے۔ آج تمام دنیا ان ثمرات کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہے قرآن کریم دنیا کے تمام مقننین تمام اہل علم تمام سیاستدانوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ قرآن کریم کی کسی ایک سورت کو اس کے جواب میں بنا کر لائیں کسی ایک قوم کو منتخب کر لیں جس پر اس کا تجربہ کریں اور پھر بتائیں کہ کیا ثمرات و نتائج کے لحاظ سے وہ قرآن کا جواب لا سکتے ہیں اور اگر وہ نہیں لا سکتے اور یقیناً نہیں لا سکتے تو پھر ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ قرآن کے آگے جھکیں اور اسکے من جانب اللہ ہونے کو تسلیم کر لیں قرآن نے یہ جو کہا کہ تم اس کا جواب ہرگز نہیں لا سکو گے یہ دعویٰ مستقبل کے لئے ہے قیامت تک کے لئے دنیا کی تمام

تو میں اکی مخاطب ہیں اور ہر شخص کو یہ بات معلوم ہے کہ قرآن نے یہ اعلان کرکے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی بلکہ کھلا ہوا اعلان ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں قرآن کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ مخالف اور موافق سب اس کو پڑھتے ہیں یہ کیا بات ہے کہ ان تمام مخالفین کو جو الکفر ملۃ واحدۃ کی بنا پر اسلام دشمنی میں متحد ہیں کیوں نہیں اس کا جواب لائے۔

نہیں لا سکتے اور قیامت تک نہیں لا سکتے اس لئے کہ دنیا کے پاس اس سے بہتر کتاب موجود نہیں اس کی حقیقتیں دائمی ہیں صرف یہی ایک کتاب نوع انسانی کی نجات کی ذمہ دار اور کفیل لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (۴۱: ۴۲) بس آج دنیا کی ہدایت، دنیا کی سعادت اور دنیا کی بقا کیلئے صرف یہی ایک کتاب ہے جو تابندہ و درخشندہ ہے جس کی تابندگی ہمیشہ رہے گی اور جس کی درخشندگی تمام قوموں کو روشنی اور ہدایت دے گی فللہ الحجۃ البالغہ۔

رمضان شریف نزول قرآن کی سالگرہ ہے اس کتاب عزیز کا نزول رمضان کے مہینے میں ہوا اس کی آخری طاق راتوں میں جس کی تاریخ محققین[1] کی رائے میں انتیس ۲۹ رمضان ہے جس کے اگلے روز شوال کا چاند نکل آیا۔ اور اس نزول کی خوشی میں اگلے روز عید منائی گئی جو آج تک رائج ہے یہ رات وہ تھی جسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے جو ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے قرآن حکیم نے اس رات کی تمام برکات کو اپنے اندر جذب کر لیا جو شخص اس قرآن کو پڑھتا اور عمل کرتا ہے تو وہ یقیناً ان برکات سے مستفید ہوتا ہے جو اس کے اندر موجود ہیں۔ قرآن مجید کی اس آمد کو ہر سال منایا جاتا ہے رمضان کا پورا مہینہ اس کی سالگرہ کا مہینہ ہے اس لئے حکم ہے کہ اس مہینہ میں روزے رکھے جائیں۔ رات کو قیام کیا جائے اور زیادہ نہیں تو کم سے کم ایک مرتبہ ضرور تمام قرآن پڑھ اور سن لیا جائے۔

تیئس ۲۳ سال کی مصلحت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی کتابیں ایک ہی دفعہ پوری پوری اترتی رہیں لیکن قرآن کریم کے نزول میں پورے تیئس سال لگ گئے اس کی وجہ میری ناقص رائے میں یہ معلوم ہوتی ہے[2] کہ یہ کتاب عزیز عمل کی کتاب ہے یعنی کہ جتنا پڑھا جائے اس پر عمل بھی کیا جائے اس کے نزول کی کیفیت یہ ہے کہ چند آئتیں نازل ہوتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو صحابہ کرام سے لکھواتے، انہیں پڑھواتے ان پر خود عمل کرتے دوسروں کو عمل سکھاتے جب تعلیم اور عمل دونوں میں تکمیل ہو جاتی تو پھر نئی آئتیں نازل ہوتیں یہاں تک کہ پورے تیئس سال میں جتنا قرآن نازل ہوا وہ پڑھا ہی نہیں گیا بلکہ ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی ہوتا رہا۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کتاب کو پڑھیں بھی اور اس پر عمل بھی کریں تاکہ وہ بہرہ اندوز سعادت ہوں۔ واللہ الموفق لما یحب ویرضی فی القول والعمل والاعتقاد۔

---

[1] بہتر ہوتا اگر محترم خواجہ صاحب مدظلہ العالی اس کا ماخذ فرما دیتے (رحیق)

[2] اس آیت میں غالباً اسی طرف اشارہ ہے۔ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا (۱۷: ۱۰۶)

امام سفیان ثوری کوفی رحمۃ اللہ علیہ

۹۷ھ ــــــــــــ ۱۶۱ھ

(از مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور)

(۴)

حکومت کا عتاب اور آپ کی روپوشی جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں امام صاحب کو بادشاہوں کی آزاد منشی، خودسری اور حدِ اعتدال سے بڑھی ہوئی فضول خرچی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ آپ انہیں صدیق اکبر، فاروق اعظم اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے نقش قدم پر گامزن دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے جب ان کے گفتار و کردار کو خلفائے راشدین کے طرزِ عمل سے ہٹا ہوا پاتے تو ان پر بے لاگ تنقید فرماتے۔ ان کی ایک ایک ادا پر محاسبہ کرتے اور اس میں کسی ادنی یا اعلیٰ کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ لیکن آپ کی یہ مبنی بر حقائق تنقید خود پسند اور جور پیشہ بادشاہوں کے مزاج کے سراسر خلاف تھی وہ چاہتے تھے کہ وہ اپنی عملداری میں جو سیاہ و سفید کریں کوئی اس پر معترض نہ ہو۔ بلکہ رعیت کا ہر خورد و کلاں ان کی متعین کردہ سمت پر بلا چون و چرا آنکھیں بند کئے چلا جائے۔ یہی وہ موقف ہے جہاں امام صاحب اور حکومت کے درمیان اختلاف کی خلیج وسیع ہو جاتی ہے اور اس کے پاٹنے کی بظاہر کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

جب سمجھوتہ کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو خلیفۂ وقت ابوجعفر منصور نے آپ کو کسی سرکاری منصب پر متعین کر کے آپ کی زبان و قلم اور آزادی رائے و ضمیر پر قبضہ کرنا چاہا مگر آپ نے بقول ع

بر و ایں دام بر مرغ دگر نہ

خلیفہ کی پیشکش کو ٹھکرا دیا خلیفہ نے آپ کی اس سرد مہری کو اپنی توہین پر محمول کیا اور اس کے لئے آپ سے انتقام لینے کا ایک اچھا بہانہ ہاتھ آگیا۔ چنانچہ جیسا کہ گمان غالب تھا خلیفہ کی بارگاہ عالی سے آپ کی گرفتاری کے احکام صادر ہو گئے۔ اور کفویؒ کے قول کے مطابق آپ کی گرفتاری عمل میں

۱؎ المباحث العلمیہ ص۴۳

لگئی۔ مگر آپ راستہ میں کسی طرح فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے

مکہ معظمہ میں آمد اور روپوشی اب کوفہ میں رہنا ممکن نہیں تھا اس لیئے آپ مکہ معظمہ چلے آئے اور یہاں چھپ کر زندگی کے دن پورے کرنے لگے۔ یہ واقعہ نصف ذی قعدہ ۱۴۵ھ کا ہے اس روپوشی میں آپ کو فقر و فاقہ کی مصیبتیں بھی پیش آئیں۔ اور کئی کئی دن کچھ کھائے پیئے بغیر بسر کرنا پڑے۔ مگر خودداری ملاحظہ ہو کہ اس فاقہ کشی کے زمانہ میں بھی آپ اپنے بھائی یا اپنی بہن کی طرف سے بھیجی ہوئی امداد کے سوا کسی کا تحفہ یا نذرانہ قبول نہیں کیا۔ حسین بن روح کا بیان ہے ایک شخص آیا اور کہنے لگا " فلاں شخص نے آپ کے لیئے میرے ہاتھ ایک ہزار دینار (ڈھائی ہزار روپیہ) کی تھیلی بھیجی ہے "۔ فرمانے لگے میری ہمشیرہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے بھی کچھ دیا ہے یا نہیں؟ بولا جی ہاں اس نے آٹے کی ایک تھیلی دی ہے۔ فرمایا آٹے کی تھیلی مجھے دے دو اور دیناروں کی تھیلی جس سے لائے ہو اسے واپس کر دو۔[1]

عبدالعزیز بن عثمان کہتے ہیں میں حج کے لیئے جانے لگا تو آپ کے بھائی مبارک نے آپ کو دینے کے لیئے مجھے آٹے کی ایک تھیلی دی۔ اس وقت آپ مکہ میں روپوش تھے۔ میں نے وہاں پہنچ کر بہت تلاش کیا مگر آپ کا کچھ سراغ نہ ملا۔ آخر میری ملاقات ان کے ایک شاگرد سے ہوئی۔ میں نے اسے کہا۔ مجھے امام صاحب کے پاس پہنچا دو وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوں گے۔ اس نے مجھے آپ تک پہنچنے کا راستہ بتا دیا۔ چنانچہ میں نے جا کر ملاقات کی اور کہا کہ مبارک نے آپ کے لیئے آٹے کی ایک تھیلی بھیجی ہے۔ فرمانے لگے جلدی لاؤ ہمیں اس کی سخت ضرورت ہے۔[2]

ایک دفعہ مبارک نے خشک روٹیاں کوٹ کر تھیلے میں بند کر کے ابو شہاب حناط کے ہاتھ بھیجیں۔ ابو شہاب کہتے ہیں جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے السلام علیکم کہا آپ نے لیٹے لیٹے سلام کا جواب دیا۔ آپ کی آواز میں ضعف اور کمزوری پائی جاتی تھی پھر میں نے کہا مبارک نے آپ کے لیئے کچھ بھیجا ہے یہ سنتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا السلام علیکم کہنے پر آپ لیٹے رہے جب میں نے کہا میرے پاس کچھ ہے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے؟ کچھ نادم ہو کر بولے یہ چیز سخت ضرورت کے وقت آئی ہے۔ کیا چیز ہے؟ میں نے جواب دیا کوٹی ہوئی

---

[1] تقدمہ صفحہ ۱۰۱ [2] ایضاً صفحہ ۹۱